لاپتہ خاوند کا انتظار کب تک کیا جائے؟

ڈاکٹر حافظ عبدالرحمٰن مدنی (مفتی مجلس التحقیق الاسلامی)

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماے کرام بیچ اس مسئلہ کے کہ میں نے ساڑھے تین سال قبل اپنی بیٹی .... کی شادی ...... سے کی۔ شادی کے دو ماہ بعد ہی میرے داماد کو دہشت گردی کے بعض الزامات کے سبب سیکورٹی ایجنسیاں اٹھا کر لے گئیں۔ اور آج تک تقریباً ساڑھے تین سال گزر چکے ہیں، ہمیں یہ علم نہیں ہو سکا کہ کونسی ایجنسی کی یہ کاروائی ہے۔ اخبارات کے ذریعے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امریکی، بھارتی اور اسرائیلی مشترکہ ایجنسیوں کے علاوہ ہماری ایجنسیاں بھی ایسے کاموں میں مصروف ہیں۔ پھر گمشدہ لوگوں کا سپر قوتوں کے مفادات کے تحت تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ کچھ پتہ نہیں کہ میرا داماد زندہ بھی ہے کہ نہیں؟ اس کے والدین سمیت ہم سب لاعلم ہیں۔ البتہ دو تین سال قبل ہم نے عدالت سے فسخ نکاح کی ڈگری لے لی تھی۔

ہماری جوان بیٹی صرف دو ماہ اپنے شوہر کے ساتھ رہی۔ اس کی حالت بہت قابل رحم ہے۔ ہمیں مختلف اہل علم سے مل کر یہ پتہ چلا ہے کہ مفقود الخبر کی تحقیق کے بعد ائمہ سلف کی آرا مختلف ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ مشہور ہے کہ ان کی رائے چار سال کے بعد فوت شدہ شوہر کی عدت گزار کر نکاحِ ثانی کی اجازت ہے۔ اور فقہ حنفی میں ۷۵ سال سے لیکر ۱۲۰ سال تک انتظار کی بات بھی ملتی ہے۔

اب صورتحال یہ ہے کہ ہمیں ایک مناسب رشتہ مل رہا ہے اور ہم اپنی بیٹی کی شادی وہاں کرنا چاہتے ہیں۔ کیا شریعت کی رو سے ہم ایسا کر سکتے ہیں؟ (ڈاکٹر شیخ محمد انور، سعودی عرب)

الجواب بعون الوہاب ... بشرطِ صحتِ سوال

① تمام ائمہ سلف لاپتہ شوہر کی بیوی کو نکاح ثانی کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ ان میں اختلاف صرف انتظار کی مدت کی تعیین میں ہے۔ فقہ الواقع کے حوالے سے جس کے سامنے جس پہلو کی اہمیت تھی، اس نے اسے ملحوظ رکھا۔ اس لئے ائمہ کے اختلاف سے گھبرانا نہیں چاہئے، بلکہ وہ فقہ الواقع یا فقہ الاحکام کے مختلف پہلوؤں کی نشاندہی پر مبنی ہوتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم سے اس بارے میں کوئی رائے منقول نہیں ہے۔ لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے عدالتی تسلی کی صورت میں مفقود الخبر کے بارے میں چار سال کی بات مشہور ہے۔ جس کی بنیاد ایک مقدمہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک عدالتی فیصلہ ہے۔ اس فیصلہ کا مرکزی نکتہ شوہر کے لاپتہ ہونے پر صرف اس کی موت کی تسلی پر مبنی ہے۔ اس موت کو

فتویٰ عمومی سمجھ کر جوان عورت کی بے چینی اور مجبوریاں ملحوظ نہیں رکھی جارہی ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تھا کہ عورت کب تک خاوند کے انتظار میں پر سکون رہ سکتی ہے؟ تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے چار ماہ مدت بتائی تھی۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی چار سال انتظار کا عمومی فتوی نہیں ہے کیونکہ وہ جنگی معرکوں میں مصروف مجاہدین کو چار ماہ کے بعد گھر لانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ اور مفقود الخبر کے بارے میں جو بات کہی جاتی ہے، وہ طلاق ثلاثہ کے بارے میں شریعت نہیں ہے بلکہ وہ انتظامی اور تدبیری اقدام تھا۔ اسی لئے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے شرعی فتوی کی بجائے انتظامی اور سیاسی (انسدادی حکم) اقدام قرار دیا ہے۔ اسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی کسی قضیہ میں عدالتی فیصلوں کو عمومی فتوی بنا کر لازمی قرار دینے کے حق میں نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک عدالتی فیصلہ کے صرف فریقین پابند ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عباسی خلفا منصور سے لیکر ہارون الرشید تک نے ان سے کوئی مدون دستور تیار کرنے یا تدوین موطا کی تکمیل کے بعد اسی حدیث وفقہ کے مجموعہ کو بیت اللہ میں لٹکا کر پوری اسلامی مملکت میں اس کے نفاذ کی تجویز پیش کی تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وحدیث کی پابندی کے علاوہ اپنے سمیت کسی امام کے اجتہادات (فقہ) کی تنفیذ یا پابندی کی تجویز قبول نہ کی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا معروف قول ہے:

"كل أحد يؤخذ من قوله، ويُترك إلا صاحب هذا القبر"[1]

"اس صاحبِ قبر (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے علاوہ ہر کسی کے قول کو لیا بھی جاسکتا ہے اور چھوڑا بھی جاسکتا ہے۔"

لہٰذا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب چار سالہ انتظار کی رائے ان کا فتویٰ نہیں جس کی وضاحت ان کے اہل حدیث اجتہادی نقطہ نظر رکھنے والے ہم مشرب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی الجامع الصحیح سے ان کی تبویب، ترجمۃ الباب اور ان کی شرائط کے مطابق صحیح حدیث سے ہوتی ہے جو یوں ہے: **بَابُ حُكْمِ المَفْقُودِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ**

وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيِّبِ: «إِذَا فُقِدَ فِي الصَّفِّ عِنْدَ القِتَالِ تَرَبَّصُ امْرَأَتُهُ سَنَةً» وَاشْتَرَى ابْنُ مَسْعُودٍ جَارِيَةً، وَالتَمَسَ صَاحِبَهَا سَنَةً، فَلَمْ يَجِدْهُ، وَفُقِدَ، فَأَخَذَ يُعْطِي الدِّرْهَمَ وَالدِّرْهَمَيْنِ، وَقَالَ: " اللَّهُمَّ عَنْ فُلاَنٍ فَإِنْ أَتَى فُلاَنٌ فَلِي وَعَلَيَّ، وَقَالَ: هَكَذَا فَافْعَلُوا بِاللُّقَطَةِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: نَحْوَهُ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: فِي الأَسِيرِ يُعْلَمُ مَكَانُهُ: " لاَ تَتَزَوَّجُ امْرَأَتُهُ، وَلاَ يُقْسَمُ مَالُهُ، فَإِذَا انْقَطَعَ خَبَرُهُ فَسُنَّتُهُ سُنَّةُ المَفْقُودِ

---

1 موطا مالک: ۱/ ۲۵۱

"باب: مفقود الخبر کے اہل وعیال اور مال ومتاع کے متعلق کیا حکم ہے؟
اور ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جب جنگ کے وقت صف سے کوئی شخص گم ہو جائے تو اس کی بیوی ایک سال تک اس کا انتظار کرے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کسی سے ایک لونڈی خریدی (اس کا مالک قیمت لیے بغیر کہیں چلا گیا اور گم ہو گیا) تو آپ نے اس کے پہلے مالک کو ایک سال تک تلاش کیا، پھر جب وہ نہیں ملا تو غریبوں کو اس لونڈی کی قیمت میں سے ایک ایک دو دو درہم دینے لگے اور دعا کرتے: اے اللہ! یہ فلاں کی طرف سے ہے۔ اگر وہ آ گیا تو لونڈی میری رہے گی اور اس کی قیمت مجھ پر واجب ہو گی۔ اور فرماتے کہ گری پڑی چیز کے بارے میں ایسا ہی کرنا چاہئے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کا موقف اختیار کیا ہے۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے قیدی کے بارے میں جس کی جائے قیام معلوم ہو، کہا کہ اس کی بیوی دوسرا نکاح نہ کرے اور نہ اس کا مال تقسیم کیا جائے، پھر جب اس کی خبر ملنی بند ہو جائے تو اس کا معاملہ بھی مفقود الخبر کی طرح ہو جاتا ہے۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عادت یہ ہے کہ وہ تبویب میں اجتہادی نکتہ سوال کی صورت میں پیش کرنے کے بعد اس کے متنوع پہلو ترجمۃ الباب میں ائمہ فقہا کے حوالے سے واضح کرتے ہیں۔ پھر بطورِ دلیل حدیث کو پیش کر دیتے ہیں کہ اس میں غور کر کے اطمینان کر لیا جائے۔ باب کے تحت مذکور حدیث یوں ہے:

عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سُئِلَ عَنْ ضَالَّةِ الغَنَمِ، فَقَالَ: «خُذْهَا، فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ» وَسُئِلَ عَنْ ضَالَّةِ الإِبِلِ، فَغَضِبَ وَاحْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ، وَقَالَ: «مَا لَكَ وَلَهَا، مَعَهَا الحِذَاءُ وَالسِّقَاءُ، تَشْرَبُ المَاءَ، وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ، حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا» وَسُئِلَ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ: «اعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا، وَعَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ جَاءَ مَنْ يَعْرِفُهَا، وَإِلَّا فَاخْلِطْهَا بِمَالِكَ» قَالَ سُفْيَانُ: فَلَقِيتُ رَبِيعَةَ بْنَ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ - قَالَ سُفْيَانُ: وَلَمْ أَحْفَظْ عَنْهُ شَيْئًا غَيْرَ هَذَا - فَقُلْتُ: أَرَأَيْتَ حَدِيثَ يَزِيدَ مَوْلَى المُنْبَعِثِ فِي أَمْرِ الضَّالَّةِ، هُوَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ يَحْيَى: وَيَقُولُ رَبِيعَةُ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى المُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سُفْيَانُ: فَلَقِيتُ رَبِيعَةَ فَقُلْتُ لَهُ[1]

یزید مولی منبعث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گم شدہ بکری کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اسے پکڑ لو، کیونکہ یا تو وہ تمہاری ہو گی یا تمہارے کسی بھائی کی ہو گی یا پھر بھیڑیے کی ہو گی (اگر انہی جنگلوں میں پھرتی رہی) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گمشدہ اونٹ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ غصہ

---

1 صحیح بخاری: بَابُ حُكْمِ المَفْقُودِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ، رقم ۵۲۹۲

میں آ گئے جس کی وجہ سے آپ کے دونوں رخسار سرخ ہو گئے اور آپ نے فرمایا: تمہیں اس سے کیا غرض! اس کے پاس مضبوط پیڈ (کھر) ہیں (جس کی وجہ سے چلنے میں اسے کوئی دشواری نہیں ہو گی) اور اس کے پاس طبعی مشکیزہ ہے جس سے وہ پانی حاصل کرتا رہے گا اور درخت کے پتے کھا کر اسے پیٹ بھرنے میں بھی کوئی دشواری نہیں، یہاں تک کہ اس کا مالک اسے پالے گا۔ اور نبی کریم ﷺ سے لقطہ (گری پڑی چیز) کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس کی رسی (جس سے وہ بندھا ہو) اور اس کے ظرف کا (جس میں وہ رکھا ہو) ایک سال تک اعلان کرو، پھر اگر کوئی ایسا شخص آ جائے جو اسے پہچانتا ہو (اس کا مالک ہو تو اسے دے دو) ورنہ اسے اپنے مال کے ساتھ ملا لو۔ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ پھر میں ربیعہ بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ سے ملا... اور مجھے ان سے اس کے سوا اور کوئی چیز محفوظ نہیں ہے... میں نے ان سے پوچھا تھا کہ گم شدہ چیزوں کے بارے میں منبعث کے مولیٰ یزید کی حدیث کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا وہ زید بن خالد سے منقول ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں! یحییٰ نے بیان کیا کہ ربیعہ نے منبعث کے مولیٰ یزید سے روایت کی ہے، ان سے زید بن خالد نے۔ سفیان نے بیان کیا کہ پھر میں نے ربیعہ سے ملاقات کی اور ان سے اس کے متعلق پوچھ بھی لیا۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ باب کے تحت یہ حدیث بیان کر کے اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ مفقود الخبر شوہر کی بیوی ایک سال تک انتظار کرے گی اور اگر ایک سال تک اس کے شوہر کا کوئی پتہ نہ چل سکے تو وہ آگے نکاح کر سکتی ہے۔

④ سوال میں جوان بیٹی کی قابل رحم حالت کا ذکر بھی اہمیت رکھتا ہے۔ آج کل کے عام مفتی حضرات اس کا دھیان کم رکھتے ہیں اور فقہی تخریجات (موشگافیوں) میں پڑ کر حیلہ بازی کو رواج دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے پناہ میں رکھے، آمین۔ عدالت نے نان ونفقہ سمیت دیگر مجبوریوں کے پیش نظر ہی فسخ نکاح کیا ہو گا۔ اگرچہ پاکستانی عدالتیں دستور ۱۹۷۳ء میں بنیادی انسانی حقوق کے نام سے آرٹیکل ۸ سے لیکر ۲۸ تک کے پیش نظر فیصلے دیتی ہیں، جنہیں شریعت کی رو سے حتمی قرار نہیں دیا جا سکتا تاہم مذکورہ معاملے میں شریعت بھی اس فیصلے کی تائید کرتی ہے۔ ہماری نظر میں اس عدالتی فیصلے کی بھی اہمیت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ﴾ (البقرۃ:۲۳۱)

"اور تم انہیں ضرر دینے کے لئے روکے نہ رکھو، اور جو ایسا کرے وہ اپنے آپ پر ظلم کا مرتکب ہو گا۔"

اس اعتبار سے آپ اپنی بیٹی کی شادی آگے کر سکتے ہیں، کیونکہ خاوند کو لاپتہ ہوئے ساڑھے تین سال ہو چکے ہیں۔ هٰذا ما عندنا واللہ أعلم بالصواب (ڈاکٹر حافظ عبدالرحمٰن مدنی)

قاری محمد مصطفیٰ راسخ

محقق مجلس التحقیق الاسلامی